۱۸

تقویٰ اللہ اختیار کرنے کے بہترین نتائج

(فرمودہ ۲۵- مئی ۱۹۳۴ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

مذہب کی غرض و غایت انسانی دل اور انسانی دماغ، انسانی جذبات اور انسانی افکار میں وہ مادہ پیدا کرنا ہوتا ہے جسے عربی زبان میں تقویٰ کہا جاتا ہے- یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق، ایسی محبت، ایسا عشق اور ایسا لگاؤ پیدا ہوجائے اور اُس پر اتنا اعتماد، اتنا توکّل اور اتنا یقین حاصل ہو کہ جس کے بعد خداتعالیٰ کیلئے انسان اس کی توحید اور تفرید کی طرح ہوجائے- اس انسان پر حملہ خداتعالیٰ کی توحید اور تفرید پر حملہ سمجھا جائے اور اُس انسان کی مخالفت خداتعالیٰ کی توحید اور اس کی تفرید کی مخالفت سمجھی جائے، اسی طرح اُس انسان کا نقصان و زیاں خداتعالیٰ کی توحید و تفرید کا نقصان و زیاں قرار پائے حتّٰی کہ اس کی اعانت کے تمام سامانوں کے موقع پر خدا درمیان میں آجائے اور اس کی اعانت کے تمام موقعوں پر خدا اس کا مددگار ہوجائے-

یہی صحیح مفہوم ہے تقویٰ کا اور اسی تقویٰ کے پیدا کرنے کیلئے مذاہب ہوتے ہیں- مگر جو تقویٰ کی تعریف میں نے اس وقت کی ہے، وہ اس کے انتہائی مقام کی ہے اور ہر چیز اپنی انتہائی صورت میں ہر موقع پر نہیں پائی جاتی اور نہ ہر انسان میں پائی جاتی ہے- جیسا کہ تمام قوتیں اور طاقتیں جو انسانوں میں پائی جاتی ہیں، وہ اپنے انتہائی رنگ میں ہر انسان میں نہیں پائی جاتیں، نہ محبت اپنے انتہائی مقام کے لحاظ سے ہر فرد میں پائی جاتی ہے، نہ غضب اپنے انتہائی مقام کے لحاظ سے ہر فرد میں پایا جاتا ہے، ہر انسان میں محبت بھی ہوتی ہے اور غضب

بھی مگر نہ ہر انسان کی محبت اس کی عقل پر غالب ہوتی ہے اور نہ ہر انسان کا غضب اس کی عقل پر غالب ہوتا ہے' نہ ہر انسان کا غضب اُس کی مغضوب چیزوں سے اسے دور کردیتا ہے اور نہ ہر انسان کی محبت اسے محبوب چیزوں سے قریب کردیتی ہے مگر باوجود اس کے نہیں کہہ سکتے کہ فلاں انسان میں محبت نہیں یا فلاں میں غضب نہیں' ہر انسان میں محبت بھی ہوتی ہے اور غضب بھی مگر انتہائی صورتوں میں ہر جگہ نظر نہیں آتا۔

اسی طرح سخاوت اور بخل کا حال ہے۔ یہ مادہ بھی ہر انسان میں موجود ہوتا ہے مگر کسی کی سخاوت کا وسیع دائرہ ہوتا ہے اور کسی کے بخل کا دائرہ وسیع ہوتا ہے۔ پھر کسی کی سخاوت محدود دائرہ کے اندر ہوتی ہے اور کسی کا بخل محدود دائرہ کے اندر ہوتا ہے۔ کئی سخی ایسے ملیں گے جو زیادہ سے زیادہ چیزوں کو قربان کرنے کیلئے تیار رہیں گے اور کئی بخیل ایسے ملیں گے جو زیادہ سے زیادہ چیزوں کو سمیٹنے کیلئے تیار رہیں گے۔ پھر کئی سخی ایسے ہوں گے جو اپنی عزت' اپنی وجاہت' اپنے آرام اور اپنے جذبات کی قربانی کرنے کیلئے تو تیار نہیں ہوں گے مگر جو مال آئے گا اسے لُٹا دیں گے۔ اور کئی بخیل ایسے نظر آئیں گے جو اپنی جان قربان کرنے کیلئے تیار ہوں گے' رشتہ داروں کو قربان کرنے کیلئے تیار ہوں گے' لیکن اگر ایک پیسہ بھی ان سے طلب کیا جائے تو وہ دینے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ گویا وہ بخیل تو ہوتا ہے مگر اس کا بُخل ایک محدود دائرہ میں ہوتا ہے۔ پھر اپنے اپنے دائرہ میں بُخل اور سخاوت کے مختلف درجے اور مراتب ہوتے ہیں۔ کئی سخی ہوتے ہیں اور وہ اپنا سب مال بے دریغ خرچ کردیتے ہیں اور کئی سخی ہونے کے باوجود تیسرے چوتھے یا پانچویں حصہ تک مال خرچ کرتے ہیں۔ پھر کئی بخیل ہوں گے جو ایک پیسہ بھی خرچ کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں گے خواہ کس قدر انہیں ضرورت محسوس ہو اور کئی ایسے بخیل ہوں گے جو یوں تو خرچ نہیں کریں گے اور اگر کسی فقیر کو بھوکا مرتے بھی دیکھیں تو انہیں رحم نہیں آئے گا لیکن اگر مثلاً وائسرائے کی طرف سے کسی چندہ کی تحریک ہو تو وہ جھٹ اس میں روپیہ بھیج دیں گے۔ یہ بھی بخیل ہوتے ہیں مگر محدود دائرہ میں۔لیکن ایک اور بخیل ہوتا ہے جو کسی کو ننگا دیکھتا ہے تو پرواہ نہیں کرتا لیکن اگر کسی کو بھوکا دیکھے تو بے چین ہوجاتا ہے۔ یہ سب مدارج ہیں جن کے ماتحت بُخل یا سخاوت ہوتی ہے۔

اس طرح تقویٰ کے بھی مختلف مدارج ہیں مگر عام طور پر لوگ ان کا خیال نہیں کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں تقویٰ ایک ہی مقام کا نام ہے۔ جہاں قدم رکھا تو متقی ہوگئے۔ نہ اس سے اوپر کوئی

مقام ہے نہ نیچے، اور اس قسم کی غلط فہمیوں کی وجہ سے وہ بہت سی نیکیوں سے محروم ہوجاتے ہیں اور وہ نہیں سمجھتے کہ تقویٰ کی بھی شاخیں ہیں جس طرح بُخل اور سخاوت کی شاخیں ہیں۔ اور اگر انسان اپنے نفس پر غور کرے تو وہ کوئی نہ کوئی تقویٰ کی شاخ اپنے اندر پائے گا جس کی وجہ سے اسے ایمان لانا نصیب ہوا کیونکہ ایمان تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اگر ایک شخص خدا پر ایمان لایا، اس کے مأمور اور مُرسل کو اس نے مانا تو ضرور ہے کہ تقویٰ کی اس میں کوئی نہ کوئی شاخ ہو جسے چاہے وہ خود بھی نہ جانتا ہو اور ممکن ہے عام لوگ بھی اس سے بے خبر ہوں لیکن اگر وہ اس تقویٰ کی شاخ کو ترقی دے گا تو وہ درخت بن جائے گا۔ پھر ایک درخت سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا یہاں تک کہ تقویٰ کا باغ بنایا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید کا اگر ہم مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تقویٰ کو لباس سے مشابہت دی ہے اور اس مشابہت سے بھی وہی مفہوم ثابت ہوتا ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ[1] یعنی اے بنی آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا جس کے دو کام ہیں۔ ایک تو یہ کہ یُوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ جسم کے بعض ایسے حصے جن کا ننگا رکھنا معیوب ہے، خواہ اخلاقاً یا ظاہری شکل کے لحاظ سے لباس ان کو ڈھانپ دیتا ہے۔ وَرِیْشًا اور دوسرا کام لباس کا یہ ہے کہ جو حصے نظر آنے والے ہیں، انہیں خوبصورت بنا دیتا ہے۔ گویا لباس کے دو کام اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں ایک یہ کہ جسم کے بعض بدصورت حصے ڈھانپ دیتا ہے اور جو حصے نظر آتے ہیں، ان کی زینت کو چمکا دیتا ہے۔ یہ ایک عام مثال ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ جسمِ انسانی کے بعض حصے اخلاقاً یا طبعاً ننگے رکھنا معیوب ہوتا ہے۔ ابھی قریب کے زمانہ میں ایک مشہور انگریز مصور نے ایک مضمون لکھا ہے جس میں اس نے عورتوں کو مخاطب کیا ہے۔ آج کل یورپ کی عورتوں میں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے جسم کو زیادہ سے زیادہ ننگا کرتی چلی جاتی ہیں، پہلے سر اور گردن ننگی ہوتی تھی، پھر سینہ ننگا رکھنا شروع کردیا گیا، نیچے سے لاتیں ننگی کرنی شروع کیں، یہاں تک کہ لباس گھٹنوں تک پہنچ گیا اور اب گھٹنوں سے بھی اوپر ہونا شروع ہوگیا ہے۔ اور جس قدر حصے پر لباس بھی ہوتا ہے، وہ بھی اتنا کھلا بنایا جاتا ہے کہ ہر قدم پر بُنِ ران تک کھل جاتا ہے۔ صرف شکل بدلی ہوئی ہے ورنہ جس طرح ہمارے ملک میں بندریاں نچانے والے ہوتے ہیں اور وہ ذرا سی دھجی جسم پر لپیٹ دیتے ہیں یہی یورپین عورتوں

کا حال ہے وہ مشہور مصور لکھتا ہے کہ میں ایک مصور ہونے کی حیثیت سے عورتوں اور مَردوں کے ننگے جسم دیکھنے کا اتنا عادی ہوں کہ کسی دوسرے کو اتنا دیکھنے کا بہت ہی کم موقع ملتا ہے اس لئے میں ایک ماہر فن ہونے کے لحاظ سے مشورہ دیتا ہوں کہ ننگا جسم خوبصورتی پیدا نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات مرد کی نگاہ میں ایسی عورت بدصورت سمجھی جاتی ہے اس لئے اگر عورتیں اپنے جسم کو اس لئے ننگا رکھتی ہوں کہ وہ زیادہ سے زیادہ مردوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ سکیں تاکہ وہ ان کے حُسن کی تعریف کریں تو میں انہیں مشورہ دوں گا کہ جسم کو ننگا رکھنا چھوڑ دیں کیونکہ اس سے بسا اوقات مردوں کے دل میں بجائے تعریفی جذبات پیدا ہونے کے نفرت کے جذبات پیدا ہوجاتے ہیں اور بجائے متوجہ ہونے کے وہ دُور ہوجاتے ہیں- یہ ایک ماہر فن کی رائے ہے اور اُس ملک کے ماہرِ فن کی جس کی عورتیں زیادہ سے زیادہ اپنے آپ کو ننگا رکھتی ہیں-

پس اس کی رائے بہت وزن دار اور معقول ہے کیونکہ اول تو مصوّر کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ جسم کو اس کی اصل حالت میں ظاہر کرے- خوبصورت کو خوبصورت اور بدصورت کو بدصورت ظاہر کرے جس طرح ڈاکٹر ایک شخص کی تندرستی یا بیماری کے متعلق صحیح رائے رکھنے والا ہوتا ہے' اسی طرح مصوّر بھی انسانی جسم کی خوبصورتی یا بدصورتی کے متعلق صحیح رائے رکھتا ہے کیونکہ اس کی معاش کی صورت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے فن میں ماہر ہو اور انسانی جسم کا جو حصہ بدصورت ہو' اس کی بدصورتی اور جو خوبصورت ہو' اس کی خوبصورتی نمایاں کرکے دکھائے- پس ایسے شخص کی رائے اس قابل ہوتی ہے کہ اس پر غور کیا جائے- گو ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہر انسان کی رائے قابلِ عمل ہوتی ہے مگر بہرحال یورپ والوں کیلئے ایک حد تک اس ماہرِفن کی رائے کو وزن دینا ضروری ہے- اور اس میں شبہ نہیں کہ بہت حد تک یہ بات صحیح بھی ہے کہ انسانی جسم کے کئی حصے ننگے کردینا خوبصورتی نہیں بلکہ بدصورتی پیدا کرتا ہے- ممکن ہے اس میں کچھ حصہ عادت کا بھی ہو لیکن بہت حد تک اس میں حقیقت کا دخل ہے- باقی مثالیں ممکن ہے عریاں ہوجائیں' اس لئے میں انسانی سر کی مثال دیتا ہوں- کئی لوگ ایسے ہیں جو سر پر پگڑی باندھتے ہیں' کئی ہیں جو ٹوپی رکھتے ہیں اور کئی ہیں جو سر ننگا رکھتے ہیں- چنانچہ بنگال کے مرد اور یورپ کی عورتیں سروں کو ننگا رکھنے کی عادی ہیں لیکن ٹوپی یا پگڑی اُتار دینے سے سر پوری طرح ننگا نہیں ہوتا- بلکہ اس پر قدرت کی طرف سے ایک

پردہ پڑا ہوا ہے اور وہ بالوں کا ہے- بال منڈا کر دیکھ لو سَو میں سے کتنے لوگ ہیں جو اسے پسند کریں گے- نہایت ہی گھِن آنے والی چیزوں کے متعلق جب میں اندازہ لگایا کرتا ہوں تو سب سے زیادہ گھِن مجھے مُنڈے ہوئے سر سے آتی ہے خصوصاً جب اس پر گھی مَلا ہوا ہو- اگر کھانا کھاتے وقت میں اس کا خیال کروں تو شاید مجھے قے ہی آجائے- اس عمر میں آکر بعض دواؤں کی خاطر مجھے مکھن کھانا پڑا ہے' پہلے میں کبھی نہیں کھایا کرتا تھا لیکن اب بھی باوجود اس کے کہ کسی حد تک مجھے مکھن کھانے کی عادت ہوگئی ہے اگر کوئی میرے سامنے مکھن کو مکھنی کہہ دے تو میں اسے کھا نہیں سکتا- کیونکہ بچپن میں مَیں نے سنا ہوا تھا ''ٹنڈ میری مکھنی''- مالیرکوٹلہ جہاں میری ہمشیرہ نواب محمد علی خان صاحب سے بیاہی ہوئی ہیں لوگ مکھن کو مکھنی کہتے ہیں- جب میں وہاں جاؤں اور نوکر اگر کہہ دے کہ مکھنی لاؤں تو میں کہتا ہوں بس اب میں کھا چکا- آج کل کے نوجوانوں نے تو یہ شغل ہی بنا رکھا ہے کہ وہ اپنے بالوں میں مانگیں نکال کر کبھی دائیں' سر کو حرکت دیتے ہیں اور کبھی بائیں اور خیال کرتے ہیں کہ سارے جہان کا حُسن سمٹ سمٹا کر ان کے بالوں میں آگیا ہے- ان کے سامنے بھی اگر کسی کا سر مُنڈا کر اس پر گھی مل دیا جائے تو وہ بھی یہ اقرار کئے بغیر نہیں رہیں گے کہ عُریانی سے کیسی بدشکل پیدا ہوجاتی ہے- یہ میں نے صرف ایک مثال دی ہے جو میری طبیعت کے لحاظ سے سخت گھِن پیدا کرنے والی ہے ورنہ اور بھی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں-

غرض جسم کے ایسے حصے ننگے رکھنا خوبصورتی نہیں بلکہ عیب پیدا کرتا ہے- اور اپنے اپنے مذاق کے مطابق انہیں ڈھانپنا خوش نمائی پیدا کرتا ہے- پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لباس کا ایک کام تو یہ ہے کہ يُوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ- جسم کے اندر جو بعض عیب ہیں' لباس انہیں ڈھانپ دیتا ہے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول اور مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے درمیان آپس میں اسی بات پر بحث چھڑ گئی- حضرت خلیفہ اول فرماتے کہ خوبصورتی کا پہچاننا آسان نہیں ہر شخص کی نگاہ حُسن کا صحیح اندازہ نہیں کرسکتی یہ صرف طبیب ہی پہچان سکتا ہے کہ کون خوبصورت ہے اور کون بدصورت- مگر مولوی عبدالکریم صاحب فرماتے تھے کہ یہ کون سی مشکل بات ہے ہر آنکھ انسانی خوبصورتی کو پہچان سکتی ہے- حضرت خلیفہ اول کا نقطہ نگاہ یہ تھا کہ بے شک ہر نگاہ حُسن کو اپنے طور پر پہچان لیتی ہے مگر اس شناخت میں بہت سی غلطیاں ہوجاتی ہیں اور طبیب ہی سمجھ سکتا ہے کہ

کون واقعہ میں خوبصورت ہے اور کون محض اوپر سے خوبصورت نظر آرہا ہے- اسی گفتگو میں حضرت خلیفہ اول نے فرمایا- کیا آپ کے نزدیک یہاں کوئی مرد خوبصورت بھی ہے؟ انہوں نے ایک نوجوان کا نام لیا جو اتفاقاً اُس وقت سامنے آگیا تھا- کہنے لگے میرے خیال میں یہ خوبصورت ہے حضرت خلیفہ اول نے فرمایا آپ کی نگاہ میں تو یہ خوبصورت ہے مگر دراصل اس کی ہڈیوں میں نقص ہے- پھر آپ نے اسے قریب بلایا اور فرمایا- میاں ذرا قمیص تو اُٹھانا- اس نے قمیص جو اُٹھائی تو ٹیڑھی ہڈیوں کی ایسی بھیانک شکل نظر آئی کہ مولوی عبدالکریم صاحب کہنے لگے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مجھے تو معلوم نہیں تھاکہ اس کے جسم کی بناوٹ میں یہ نقص ہے میں اس کا چہرہ دیکھ کر ہی اسے خوبصورت سمجھتا تھا- تو دراصل جسم میں بہت سے نقائص ہوتے ہیں- کئی لوگوں کے بدن پر گھنبیر ہوتے ہیں' کئی کی ہڈیاں ٹیڑھی ہوتی ہیں' بعضوں کے سینوں میں اتنا اتنا گڑھا ہوتا ہے کہ اس میں پاؤ بھر گوشت سما جائے اور جب کبھی وہ لوگوں کے سامنے کپڑے اُتار کر نہانے لگیں یا کسی اور موقع پر انہیں قمیص اُتارنی پڑے تو لوگوں پر ان کا عیب ظاہر ہوجاتا ہے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے لباس کو اتارا ہے اور اس کی یہ غرض مقرر کی ہے کہ یہ تمہارے عیبوں کو چھپاتا ہے- وَرِیْشًا- پھر بعض جگہ یہ صرف عیب ہی نہیں چھپاتا بلکہ حسن کو چمکا دیتا ہے- یہ بھی ایک ایسی چیز ہے جو نمایاں نظر آنے والی ہے- چنانچہ لباس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں اور مختلف جسمانی رنگوں پر مختلف قسم کے لباس سجا کرتے ہیں' بعض رنگ بعض کے ساتھ کھِلتے ہیں اور بعض بعض کے ساتھ- سروں ہی کی مختلف بناوٹ ہوتی ہے' کسی کے سر پر ٹوپی سجتی ہے اور کسی کے سر پر پگڑی اور پھر کسی کو سفید پگڑی اچھی لگتی ہے کسی کو سرخ اور کسی کو سبز- مرد تو ان باتوں کی زیادہ پرواہ نہیں کرتے کیونکہ انہیں فرائضِ منصبی کی طرف زیادہ توجہ رہتی ہے- عورتوں نے اس فن میں بہت کمال پیدا کر رکھا ہے- بسنت کا موسم آئے تو کہتی ہیں اب ہمیں بسنتی رنگ کا دوپٹہ چاہیئے' کوئی اور موسم آئے تو کہتی ہیں اب سرخ اچھا لگے گا' کسی موسم میں سبز رنگ کو ترجیح دے دیتی ہیں اور اس طرح وہ اس امر کی تصدیق کرتی رہتی ہیں کہ لباس کا دوسرا کام یہ ہے کہ وہ زینت کا موجب بنتا ہے-

یورپ والے تو ہمارے ملک سے بھی بڑھ گئے ہیں- وہاں لباس انسانی جسم کے رنگوں کے مطابق تجویز کیا جاتا ہے اور کپڑے والی دکانوں کے مالکوں نے بڑے بڑے ماہرِ فن اس

غرض کیلئے رکھے ہوتے ہیں کہ جب ان کے پاس کوئی شخص لباس بنوانے آئے تو وہ ان ماہرینِ فن سے تجویز کراتے ہیں کہ اس قسم کے رنگ کے آدمی پر کس قسم کا کپڑا زیب دے گا- یا کس قسم کی ٹوپی اس قسم کے سر پر سجے گی- غرض جسم کی بناوٹ کے لحاظ سے' رنگ کے لحاظ سے' قد کے لحاظ سے' دُبلا پن یا موٹاپے کے لحاظ سے' نقشوں کے موٹے اور بھدّے یا تیکھے ہونے کے لحاظ سے ہر انسان پر مختلف قسم کا لباس زینت دیتا ہے اور اگر اپنے جسم کے رنگ' قد' بناوٹ' موٹاپے یا دُبلا پن وغیرہ کے لحاظ سے موزوں لباس کا انتخاب کیا جائے تو وہ لباس اسی جسم کو جو بدنما ہوتا ہے خوبصورت اور لوگوں کی نگاہ میں دل کش بنا دیتا ہے- اس کے بعد فرمایا- وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ- تقویٰ کو بھی ہم نے لباس بنایا ہے اور وہ ظاہری لباس سے زیادہ اچھا ہے- جب تقویٰ کو اللہ تعالیٰ نے لباس سے مشابہت دی اور اسے ظاہری لباس سے زیادہ اچھا قرار دیا تو ضروری ہے کہ وہ دونوں باتیں جو لباس کے متعلق بیان کی گئی ہیں' تقویٰ اختیار کرنے پر بدرجہ اَولیٰ پائی جائیں- اور اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کسی ایک مقام کا نام نہیں بلکہ اس کے مختلف مدارج ہیں- لباس کے دو کام بتائے گئے ہیں- ایک کام اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ وہ عیبوں کو چھپاتا ہے اسی طرح جب تقویٰ بھی ایک لباس ہے تو اس کا بھی یہ کام ہے کہ وہ انسانی عیبوں کو چھپائے لیکن چونکہ بعض ایسی بھی ہستیاں ہوتی ہیں جو عیوب سے مبرّا ہوتی ہیں جیسے رسول کریم ﷺ کہ آپ میں کوئی عیب تھا ہی نہیں اس لئے بتایا کہ گو تقویٰ کا ایک مقام یہ ہے کہ وہ عیبوں کو چھپاتا ہے مگر اس کا دوسرا کام رِیْشًا بھی ہے یعنی زینت کا موجب بنتا ہے جیسے محمد ﷺ کا مقام تھا کہ آپ کے تقویٰ نے آپ کی خوبصورتی اور باطنی حُسن کو نمایاں کردیا- غرض لباس کے متعلق دو باتیں بیان کرنے کے بعد تقویٰ کا ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ نے دو ہی باتیں بتائیں ایک تو یہ بتایا کہ تقویٰ کے بھی مختلف مدارج ہیں اور انسان ایسی حالت میں بھی متقی کہلا سکتا ہے جبکہ اس میں بعض کمزوریاں پائی جاتی ہوں اور تقویٰ کا کام یہ ہوتا ہے کہ اس کی کمزوریوں کو ڈھانپ دے- دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ تقویٰ اعمال کا نام نہیں- اگر اعمال کا نام ہوتا تو تقویٰ کے باوجود کسی شخص سے بُرے اعمال کیوں سرزد ہوتے- حقیقت یہ ہے کہ اعمال کا حُسن و قبح اور چیز ہے اور تقویٰ اور چیز- پس یاد رکھنا چاہیئے کہ تقویٰ ایک قلبی کیفیت کا نام ہے انسان ہزار نیکیاں کرے اگر اس کے اندر تقویٰ نہیں پایا جاتا تو اس کے عیوب چُھپ نہیں سکتے-

اسی طرح انسان ہزار نیکیاں کرے اگر اس کے اندر تقویٰ نہیں پایا جاتا تو وہ روحانی خوبصورتی حاصل نہیں کرسکتا- انسانی اعمال اُسی وقت اپنے عیوب کے نقصانات سے بچ سکتے ہیں اور اپنے کمال کو ظاہر کرسکتے ہیں جب اُن کے ساتھ تقویٰ شامل ہو- ورنہ ہزاروں انسان نیک اعمال کرتے ہیں لیکن چونکہ خدا کی نصرت ان کے شاملِ حال نہیں ہوتی' ان کی کمزوریاں ظاہر ہوجاتی ہیں- بڑے بڑے ماہرینِ فن جنہوں نے اپنی قوم اور ملک کی بیش بہا خدمات سرانجام دیں اور جو خدمتیں کرتے کرتے اس جہان سے گزر گئے آج ان کے عیوب لوگوں پر ظاہر ہیں- سکندر کو لے لو یا نپولین کو یا اور کوئی بڑا فاتح اور حکمران گزرا ہو' اسے لے لو- انہوں نے اپنے اعمال میں کمال پیدا کیا لیکن چونکہ وہ تقویٰ اللہ سے خالی تھے نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے عیوب کو چُھپانے والی کوئی چیز نہ ہوئی- انہوں نے رات اور دن اپنے ملک کی خدمت کی' ہزاروں نہیں لاکھوں کام اس کی ترقی کے سرانجام دیئے لیکن آئے دن ان کی زندگی کی دھجیاں اُڑائی جاتی ہیں اور بتایا جاتا ہے سکندر میں یہ نقص تھا نپولین میں وہ نقص تھا- انہوں نے اپنی تمام عمریں ملک کی خدمت کرتے ہوئے گزار دیں لیکن اگر ایک لحظہ کیلئے بھی ان سے کوئی غلطی سرزد ہوئی تو لوگوں نے ان کی ساری خدمات کو نظرانداز کردیا اور بندر کے زخم کی طرح اسے کُریدتے چلے گئے- اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے جو پاک بندے ہوتے ہیں ان سے بھی اجتہادی غلطیاں ہوتی ہیں گو اللہ تعالیٰ کے کامل بندے شرعی غلطیوں سے پاک ہوتے ہیں مگر باوجود اس کے دنیا میں کس کی طاقت ہوتی ہے کہ وہ ان کی اجتہادی غلطیوں کی بِلاوجہ تشہیر کرتا پھرے- اس کی یہی وجہ ہے کہ آسمان پر ایک ہستی ہے جس کا انہوں نے تقویٰ اختیار کیا وہ ہستی انہیں کہتی ہے- لَانُبْقِیْ لَكَ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِكْرًا؎ - ہم تیری زندگی کی ایسی تمام باتیں جنہیں دشمن عیب سمجھ کر ظاہر کرنا چاہے' باقی نہیں چھوڑیں گے- اور جس قدر امور عیب کا باعث سمجھے جاتے ہیں' انہیں مٹا دیں گے- باوجود اس کے کہ بشری کمزوریاں ایسے لوگوں سے بھی سرزد ہوتی ہیں اور نبی بھی کسی وقت ان کمزوریوں میں مبتلاء ہوجاتا ہے مگر اس پر بات کرنا اور اطناب کرنا انسان کو موردِ عذابِ الٰہی بنا دیتا ہے- پس یُوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ کے ماتحت انسان کو وہی عمل کام دیتا ہے جس میں تقویٰ شامل ہو ورنہ صرف کام کرنے والوں کے اعمال کے لوگ ٹکڑے ٹکڑے کرکے دنیا کے سامنے پیش کردیتے ہیں اور کوئی ہستی ان کیلئے غیرت نہیں دکھاتی- دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ تقویٰ انسان کیلئے

زینت کا موجب ہوتا ہے۔ اچھے سے اچھا کام کرنے والے دنیا میں ہم ہمیشہ دیکھتے ہیں مگر کوئی ان کی اِتباع نہیں کرتا لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں' خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کی تقلید کرنے والے دنیا میں ہمیشہ موجود رکھے جاتے ہیں۔ کون ہے جو آج کہہ سکے کہ میرے اعمال نپولین کے اعمال کے مطابق ہیں۔ اس کی اولاد میں سے بھی اگر کوئی اس وقت موجود ہو تو وہ یہ کہنے کیلئے تیار نہیں ہوگا حالانکہ نپولین کو گزرے ابھی دوسَو سال بھی نہیں ہوئے۔ اس کے مقابلہ میں تیرہ سَو سال گزر گئے کہ دنیا میں رسول کریم ﷺ تشریف لائے تھے آپؐ کی بعثت پر جب ایک لمبا زمانہ گزر گیا تو ہزاروں لوگ ایسے کھڑے ہوگئے جو آپ کو گالیاں دینے والے اور آپؐ پر قسم قسم کے بُہتان تراشنے والے تھے تب خدا تعالیٰ نے ایک اور شخص کھڑا کیا اور اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا میں ایک تغیّرِ عظیم پیدا کردیا۔ لوگ بے اختیار کہنے لگ گئے واہ واہ! کیا اچھا کام کیا۔ اس نے نظروں کو خیرہ کردینے اور انسانی عقلوں کو حیرت میں ڈال دینے والے کام کئے۔ اتنے مہتم بالشان کام کہ اگر وہ انہیں اپنی طرف منسوب کرتا تو وہ اس کے نام کو چار چاند لگانے' اور اس کے ذکر کو بلند کرنے کیلئے کافی تھے۔ مگر جب وہ لوگوں سے تعریف سنتا تو بجائے اپنا فخر ظاہر کرنے کے' کہتا ہے' یہ کام میں نے نہیں کیا' محمد ﷺ کے روحانی فیوض اور آپ کی برکات و انوار کا نتیجہ ہے۔ یہ وہ رِیش اور زینت ہے جو تقویٰ اللہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ محمد ﷺ نے خدا کیلئے نمازیں پڑھیں اور نپولین نے دفتر میں بیٹھ کر ملک کی بہبودی کیلئے فائلیں دیکھیں' محمد ﷺ بھی جنگ کیلئے نکلے اور نپولین بھی جنگ کیلئے نکلا' ظاہری اعمال میں ایک مشابہت نظر آتی ہے لیکن باطن میں بہت بڑا فرق ہے۔ محمد ﷺ کے اعمال میں تقویٰ اللہ کام کررہا تھا اور نپولین کے کاموں میں تقویٰ اللہ نہیں تھا۔

غرض تقویٰ کے متعلق یُوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ کے جو الفاظ اللہ تعالیٰ نے فرمائے' ان کا یہی مطلب ہے کہ اگر کوئی ادنیٰ درجہ کا متقی ہو تو بھی اس کے عیب ڈھانپے جاتے ہیں اور اگر کوئی اعلیٰ درجہ کا متقی ہو تو اس کی بشری کمزوریوں کا اطناب کے ساتھ ذکر اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکا دیتا ہے۔ غرض یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ انسانی اعمال کو ایک نیا رنگ دے دیتا ہے۔ خالی نماز کوئی چیز نہیں جب تک تقویٰ اللہ اس کے ساتھ نہیں' خالی روزہ کوئی چیز نہیں جب تک تقویٰ اللہ اس کے ساتھ نہیں' خالی حج اور خالی صدقہ و خیرات کوئی چیز نہیں جب تک

تقویٰ اللہ ان کے ساتھ نہیں۔ جو شخص خالی نماز' خالی روزے اور خالی حج کا نام تقویٰ سمجھتا ہے وہ بیوقوف ہے اور ایسے ہی بیوقوف یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو کیوں مانیں کیا ہم نمازیں نہیں پڑھتے' روزے نہیں رکھتے' حج نہیں کرتے' صدقہ و خیرات نہیں دیتے۔ وہ نہیں جانتے کہ نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ ایک جسم ہے اور تقویٰ اس کی روح ہے۔ نماز بھی ایک جسم ہے' روزہ بھی ایک جسم ہے' زکوٰۃ بھی ایک جسم ہے' حج بھی ایک جسم ہے' صدقہ و خیرات بھی ایک جسم ہے اور تقویٰ ان تمام اجسام کی روح ہے۔ جب تک یہ موجود نہیں نہ یُوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ ہوسکتا ہے اور نہ رِیْشًا کا ظہور ہوسکتا ہے۔ پس مومن کو اپنے اعمال میں تقویٰ اللہ پیدا کرنا چاہیئے کیونکہ اس کے بغیر کوئی عمل قبولیت حاصل نہیں کرسکتا اور اگر کوئی سمجھتا ہے کہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات اپنی ذات میں کوئی چیز ہیں تو وہ غلطی کرتا ہے۔ کئی ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں جو شکایت کرتے ہیں ہم نے نمازیں پڑھیں مگر کوئی فائدہ نہ ہوا' روزے رکھے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا' وہ نہیں سمجھتے کہ نماز اور روزہ ایک جسم ہے اور تقویٰ روح۔ اگر تقویٰ اللہ کی روح ان کے اعمال میں کام نہیں کرتی تو ان کی نمازیں مُردہ' ان کے روزے مُردہ' ان کی زکوٰۃ مُردہ' ان کا حج مُردہ اور ان کا صدقہ وخیرات مُردہ ہے اور مُردہ خواہ اکلوتا بچہ ہی ہو' لوگ اسے اپنے گھر میں نہیں رکھتے بلکہ باہر دفن کرکے گھر واپس آجاتے ہیں۔ بچہ کی اُسی وقت تک قدر کی جاتی ہے جب تک اس میں جان ہوتی ہے جب مرجاتا ہے تو لوگ اسے زمین میں گاڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح تم نماز کو خواہ اکلوتا بیٹا بھی قرار دے لو لیکن اگر اس میں روح نہیں تو وہ دفن کرنے کے قابل ہے' اسی طرح روزہ کو اکلوتا بیٹا قرار دے لو لیکن وہ بھی دفن کرنے کے قابل ہے اگر اس میں روح نہیں' اسی طرح زکوٰۃ اور حج کو اکلوتے بیٹے سے مشابہت دے لو جب تک روح موجود رہے گی وہ قابلِ قدر چیز ہوگی اور جب روح نکل گئی یا پیدا ہی نہ ہوئی تو وہ قطعاً کام کے قابل چیز نہیں جیسا کہ کوئی باپ یا کوئی ماں اپنے گھر میں مُردہ بچہ سنبھال کر نہیں رکھتی۔

پس اصل چیز تقویٰ اللہ ہے۔ اسی لئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یَنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ ؎ ۔ خدا تعالیٰ کے پاس اعمال نہیں جاتے بلکہ وہ روح جاتی ہے جو اعمال میں کام کررہی ہوتی ہے۔ عمل ایک مادی چیز ہے اور مادی چیز آسمان پر نہیں جاتی۔ آسمان پر جانے اور خداتعالیٰ کے قریب پہنچنے والی روحانی چیز ہوا کرتی ہے اور وہ تقویٰ اللہ ہے جس کے ساتھ

محبتِ الٰہی بھی شامل ہو لیکن چونکہ لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے اس لئے وہ ظاہری اعمال کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اعمال بھی اچھی چیز ہیں کیونکہ بغیر جسم کے روح بھی کام نہیں دیا کرتی لیکن اصل چیز روح ہی ہے، جسم درجہ کے لحاظ سے اس سے نیچے ہے۔ جس طرح دودھ برتن کے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اصل مقصود برتن ہوتا ہے بلکہ اصل چیز دودھ ہوتی ہے۔ اسی طرح انسانی اعمال اور تقویٰ اللہ کا تعلق ہے۔ دودھ تو خواہ زمین پر گر جائے، پھر بھی انسان کچھ نہ کچھ زبان سے چاٹ سکتا ہے لیکن برتن اگر خالی ہو تو اس میں سے ایک قطرہ دودھ بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ پس اہم چیز وہی ہے جو مغز ہے اور یہی چیز ہے جسے اپنے اعمال میں مدنظر رکھنا چاہیئے اس لئے خداتعالیٰ نے فرمایا۔ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ۔ تقویٰ کا لباس بہرحال بہتر ہے کیونکہ اس سے وہ نتائج پیدا ہوتے ہیں جو ظاہری لباس سے حاصل ہوتے ہیں۔ یعنی عیبوں پر پردہ پڑتا اور روحانی خوبصورتی اور زینت حاصل ہوتی ہے۔ معمولی درجہ پر انسانی عیوب ڈھانپے جاتے ہیں اور جب انسان بلند مقام پر پہنچتا ہے تو بشری کمزوریاں بھی اللہ تعالیٰ کی ستاری کی چادر کے نیچے آجاتی ہیں۔ بشری کمزوریاں بعض دفعہ اللہ تعالیٰ خود نبیوں سے کرواتا ہے تا لوگوں پر ظاہر رہے کہ یہ بشر ہی ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ ؎ ۔ تُونے انہیں کیوں اجازت دی؟ مگر یہ شرعی نہیں بلکہ اجتہادی کمزوری ہوتی ہے اور یہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ خود کراتا ہے تا نبی کی انسانیت ظاہر کرے اور بتائے کہ انسان خواہ کتنا ہی بلند مقام پر پہنچ جائے، عالم الغیب نہیں ہوتا۔ پس يُوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ۔ میں دونوں باتیں داخل ہیں، عیب بھی اور بشری کمزوریاں بھی۔ بعض طبائع میں جوش ہوتا ہے وہ نیک ہوتے ہیں مگر لوگوں سے لڑ پڑتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں اسی طرح اور بھی بہت سی کوتاہیاں اور کمزوریاں انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔ بعض طبائع میں بُخل ہوتا ہے وہ نیکی میں ترقی کررہے ہوتے ہیں لیکن مال دیتے وقت بُخل محسوس کریں گے۔ ایک عرصہ تک یہ حالت رہتی ہے اور جب اس حالت میں وہ ترقی کرجاتے ہیں تو بشری نقائص ان میں ظاہر ہونے شروع ہوجاتے ہیں ان سب حالتوں میں تقویٰ اللہ عیوب کو ڈھانپتا ہے اور انسان کو مزین بنادیتا ہے۔

پس اگر کوئی چیز انسان کو کامل طور پر عیبوں سے پاک کرکے خوبصورت بناتی ہے تو وہ تقویٰ ہی ہے۔ ابتدائی حالت میں جب عیب ہوں تو تقویٰ انہیں ڈھانپ دیتا ہے اور جب

عیب نہیں ہوتے تو خوبصورت بنادیتا ہے لیکن اس صورت میں بھی بعض بشری کمزوریاں اور اجتہادی غلطیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں تا ان کی بشریت ظاہر ہوتی رہے۔ ان بشری کمزوریوں کو اگر کوئی شخص قابلِ اعتراض رنگ میں بیان کرے تو اللہ تعالیٰ کی غیرت اس کے خلاف بھڑک اُٹھتی ہے۔ مثلاً ابھی میں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ بعض دفعہ انبیاء سے خود اجتہادی غلطی کراتا ہے تا ان کی بشریت ظاہر ہو۔ اب اگر کوئی شخص رسول کریم ﷺ کی کسی ایسی ہی اجتہادی غلطی پر ہنسی اور استہزاء کے رنگ میں بحث کرے تو مت خیال کرو کہ چونکہ وہ سچ کہہ رہا ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ جائے گا بلکہ وہ سزا پائے گا کیونکہ اس نے رسول کریم ﷺ کی اہانت کرنی چاہی۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی توحید و تفرید کا ذکر کرتے ہوئے بیشک اس قسم کی مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن جب اس غرض کے لئے مثالیں نہ دی جائیں بلکہ تحقیر کے جذبے کے ماتحت اجتہادی غلطیاں گنوائی جائیں تو ایسا انسان اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے محروم ہوجاتا ہے۔ یہ دو چیزیں ہیں جو تقویٰ اللہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ تم اپنے اعمال پر غور کرو۔ اگر تمہیں یہ باتیں حاصل ہیں تو تم میں تقویٰ پایا جاتا ہے اور اگر حاصل نہیں تو سمجھ لو کہ ابھی تم میں تقویٰ نہیں پایا جاتا کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ تقویٰ ہو مگر اس کے نتائج ظاہر نہ ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری جماعت کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے فضل وکرم سے سَوْاٰتْ اور رِیش جو تقویٰ کے نتائج ہیں ان دونوں کو حاصل کرسکیں اور ہمارے لئے تقویٰ نہ صرف ہمارے عیبوں کو ڈھانکنے والا ہو بلکہ ہمارے لئے زینت اور رِیش کا بھی موجب ہو۔

(الفضل ۳۱۔ مئی ۱۹۳۴ء)

۱؎ الاعراف:۲۷

۲؎ تذکرہ صفحہ ۵۳۸۔ ایڈیشن چہارم

۳؎ الحج:۳۸　　۴؎ التوبۃ:۴۳